ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2910

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلومِ اسلامیہ — (شعبہ حدیث وعلومِ حدیث)

کورس: تاریخِ حدیث-II(2910)

سطح: بی ایس علومِ اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر2

کل نمبر: 100 — کامیابی کے نمبر: 50

Reference &For Study — GUIDE SOLVED ASSIGNMENT

نوٹ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ نصابی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا مطالعہ کر کے مفاہیم اچھی طرح سمجھیں اور امتحانی مشق اپنے الفاظ اور اپنے اندازِ تحریر میں لکھیں، کیونکہ ہو بہو نقل کی گئی مشق قواعد کے مطابق قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ یہ جوابات تاریخِ حدیث اور علومِ حدیث کے عمومی و مسلمہ علمی مباحث کی روشنی میں مرتب کیے گئے ہیں۔ جہاں سنینِ وفات یا اعداد میں اہلِ علم کے ہاں اختلاف مشہور ہے وہاں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے۔ دینی احکام کے عملی اطلاق اور فتویٰ سے متعلق امور میں اہلِ علم اور مستند مفتیانِ کرام سے رجوع کیا جائے۔

طریقہ کار: ہر جواب تعارف، ذیلی عنوانات کے تحت مفصل بحث اور اختتام پر مشتمل ہے۔ جہاں سوال کا تقاضا ہو اوہاں جدول اور خاکہ بھی دیا گیا ہے تاکہ طالب علم نکات کو منظم انداز میں یاد کر سکے اور مشق بہتر ترتیب کے ساتھ لکھ سکے۔

کورس کا تعارف اور اس مشق کا جائزہ

امتحانی مشق نمبر 2 میں بھی پانچ سوالات ہیں، ہر سوال کے 20 نمبر ہیں، کل نمبر 100 اور کامیابی کے نمبر 50 ہیں: حافظ ابنِ دقیق العید کے احوال و آثار، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال و آثار، علی بن مدینیؒ کی علمی خدمات، جامع ترمذی کے مؤلف امام ترمذیؒ کی علمی خدمات، اور امام ابو داؤد کی حالاتِ زندگی اور علمِ حدیث میں مقام و مرتبہ۔ یہ سوالات پہلی صدی کے ایک جلیل القدر صحابی سے لے کر ساتویں صدی کے جامع عالم تک، سیرت و خدمات کے مطالعے کی بہترین ترتیب پیش کرتے ہیں۔ اس گائیڈ میں ہر جواب مفصل و منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے اور جہاں سنین و اعداد میں اختلاف مشہور ہے وہاں اس کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔

سوال نمبر 1 (20 نمبر)

سوال: حافظ ابنِ دقیق العید کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ ان کے احوال و آثار پر گفتگو کیجیے۔ (20)

تعارف

ساتویں صدی ہجری کے مصر میں جن شخصیات نے حدیث، فقہ اور اصول تینوں میدانوں میں یکساں امامت حاصل کی، ان میں شیخ تقی الدین ابنِ دقیق العید (متوفی 702ھ) کا نام سب سے نمایاں ہے۔ ان کی کنیت اور خاندانی نسبت کے ساتھ دقیق کا لفظ ان کی باریک بینی کی علامت بن گیا؛ مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ کسی مسئلے کی تہہ تک پہنچے بغیر مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے فقیہِ مالکی کے گھر میں پرورش پائی، پھر شافعی فقہ میں بھی کمال حاصل کیا، قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے، اور ان کی کتاب احکام الاحکام کو فقہی احادیث کی شروح میں وہ مقام ملا جو بہت کم کتابوں کو نصیب ہوا ہے۔ اس جواب میں ان کے نام و خاندان، ولادت و تعلیم، اساتذہ و تدریسی خدمات، قاضی کے منصب کی ذمہ داریاں، تصانیف و آثار، سیرت و اوصاف اور وفات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

نام، خاندان، ولادت اور ابتدائی تعلیم

آپ کا پورا نام محمد بن علی بن وہب بن مطیع قشیری ہے، لقب تقی الدین، کنیت ابو الفتح اور شہرت ابنِ دقیق العید کے نام سے ہے۔ آپ کا تعلق مصر کے صعید یعنی بالائی مصر کے شہر قوص کے مشہور علمی خاندان سے تھا؛ آپ کے والد مجد الدین قشیری اپنے دور کے بڑے مالکی فقیہ و محدث تھے اور آپ کے دادا بھی اہلِ علم میں سے تھے، یوں علم آپ کے گھر کی میراث تھا۔ آپ کی ولادت 625ھ میں ہوئی۔ اہلِ سیر نے آپ کی ولادت کا ایک دلچسپ پس منظر محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے والدین حج کے سفر میں تھے اور آپ کی پیدائش اسی سفر کے دوران بحیرۂ احمر کے ساحل کے قریب ینبع کے علاقے میں ہوئی، بعد ازاں خاندان قوص واپس آیا اور آپ کی پرورش وہیں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے والد سے حاصل کی؛ قرآن مجید حفظ کیا، حدیث سنی اور مالکی فقہ سیکھی۔ پھر قاہرہ اور دمشق و دیگر مراکزِ کا سفر کر کے اس دور کے بڑے ائمہ سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد کے علاوہ سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام جیسے جلیل القدر عالم کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے، جن کی صحبت نے آپ کی فقہی و اصولی تربیت پر گہرا اثر ڈالا۔ شام و حجاز کے اسفار نے آپ کی روایت کے ذخیرے کو وسعت دی اور آپ کم عمری ہی میں اہلِ علم کی نظر میں ایک نابغہ طالب علم کے طور پر پہچانے جانے لگے۔

علمی مقام، تدریس اور منصبِ قضا

ابنِ دقیق العید کی علمی زندگی قاہرہ کے بڑے مدارس سے وابستہ رہی۔ آپ نے دارالحدیث الکاملیہ سمیت قاہرہ کے اہم علمی اداروں میں درس دیا اور آپ کے حلقے میں مصر و شام کے طلبہ دور دور سے آتے تھے۔ آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک ہی مجلس میں حدیث کی شرح، فقہی استنباط اور اصولِ فقہ کی باریک بحث اس طرح جمع کر دیتے تھے کہ طلبہ کو تینوں فنون کا ذوق مل جاتا تھا۔ فقہ میں آپ ابتدا میں والد کی طرح مالکی رہے، پھر شافعی فقہ کا مطالعہ اس درجے کیا کہ اس میں بھی مجتہدانہ بصیرت حاصل کر لی؛ مؤرخین نے آپ کو ان فقہاء میں شمار کیا ہے جو کسی ایک مذہب کی تقلید میں جامد نہیں رہے بلکہ دلیل کی روشنی میں مسائل کو پرکھتے تھے، البتہ ان کے اجتہادی فیصلوں کا اطلاق و جائزہ اہلِ فقہ کا موضوع ہے۔ اپنے دور کے اواخر میں آپ مصر میں شافعی قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے اور زندگی کے آخری برسوں تک اس ذمہ داری پر رہے۔ قضا کے منصب پر رہ کر بھی آپ کی سادگی، بے نیازی اور انصاف پسندی مشہور رہی، اور اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ آپ فیصلوں میں کسی صاحبِ جاہ سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ ان کے

شاگردوں میں حافظ ذہبی جیسے مؤرخ و محدث بھی شامل ہیں جنہوں نے ان کے بارے میں بڑی عقیدت سے حالات لکھے ہیں، اور ان کی یہ شاگردی خود ابنِ دقیق العید کے علمی اثر کی وسعت ظاہر کرتی ہے۔

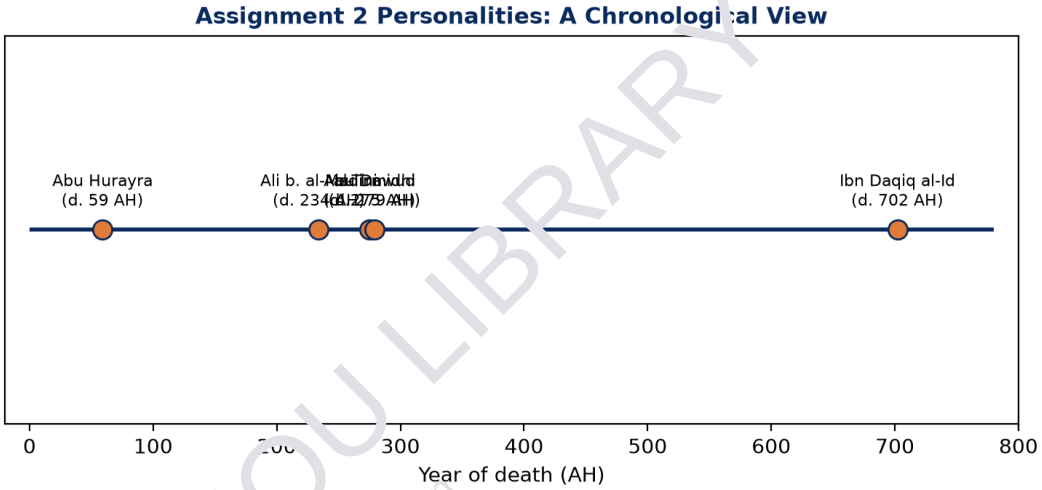

خاکہ 1: امتحانی مشق نمبر 2 کی شخصیات کی زمانی ترتیب (سنِ وفات کے اعتبار سے)

آثار و تصانیف

ابنِ دقیق العید کی سب سے مشہور اور زندہ جاوید تصنیف احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ہے۔ عمدۃ الاحکام حافظ عبدالغنی مقدسی کی کتاب ہے جس میں احکام سے متعلق متفق علیہ احادیث جمع ہیں؛ ابنِ دقیق العید نے اس کی شرح میں ہر حدیث پر سند، لغت، فقہی احکام اور ائمہ کے اختلافات اس باریک بینی سے بیان کیے کہ یہ شرح آج تک اس موضوع کی بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ ان کی دوسری اہم کتاب الاقتراح فی بیان الاصطلاح ہے جو اصولِ حدیث کی منتخب اور پختہ کتاب ہے اور ان کی حدیثی بصیرت کا ثبوت ہے۔ اصولِ فقہ میں شرح الالمام اور اصولِ دین و فقہ سے متعلق ان کے دروس و امالی اہلِ علم میں معروف رہے۔ ان کی بڑی تصنیف الامام فی احادیث الاحکام تھی جس میں وہ احکام کی احادیث ان کے طرق و علل کے ساتھ جمع کر رہے تھے؛ اس کتاب کا شرحی سلسلہ شرح الالمام کے نام سے شروع ہوا مگر یہ عظیم کام مکمل نہ ہو سکا اور اس کا صرف کچھ حصہ ہی محفوظ و مطبوع ہو سکا، اہلِ علم نے اس نامکمل رہ جانے کو اس دور کا بڑا علمی نقصان قرار دیا ہے۔ ان کے اشعار اور بلیغ خطوط و خطبات کا

بھی ذکر ملتا ہے جن سے ان کی ادبی صلاحیت ظاہر ہوتی ہے۔ ان آثار کا مجموعی وصف تحقیق، گہرائی اور اختصار کے ساتھ جامعیت ہے؛ وہ طویل عبارت کے بجائے کم لفظوں میں بڑا نکتہ کہنے کے ماہر تھے، اسی لیے ان کی کتابیں پڑھنے کے لیے استاد کی رہنمائی مفید رہتی ہے۔

جدول 1: ابنِ دقیق العیدؒ کے احوال و آثار کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
نام و لقب	محمد بن علی قشیری، تقی الدین ابو الفتح، مشہور بہ ابنِ دقیق العید
ولادت و وفات	ولادت 625ھ؛ وفات 702ھ، قاہرہ
خاندان	قوص (صعیدِ مصر) کا علمی خاندان؛ والد مجد الدین قشیری مالکی فقیہ و محدث
منصب	قاہرہ میں تدریس؛ آخری دور میں مصر کے شافعی قاضی القضاۃ
مشہور تصانیف	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، الاقتراح فی بیان الاصطلاح، شرح الالمام (نامکمل)

سیرت و اوصاف اور وفات

مؤرخین نے ابنِ دقیق العید کے اوصاف میں سب سے زیادہ جس چیز کا ذکر کیا ہے وہ ان کی دقیق النظری، ذہانت اور علمی امانت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ساری ساری رات مطالعے میں گزار دیتے تھے اور کوئی کتاب پڑھے بغیر اور کسی مسئلے پر غور کیے بغیر دن نہیں گزارتے تھے۔ ان کی زندگی میں زہد و قناعت نمایاں تھی؛ قاضی القضاۃ کے منصب کے باوجود لباس و رہائش میں سادگی رہی اور دنیاوی ساز و سامان کی طرف میلان نہ تھا۔ انصاف و دیانت کے ساتھ ساتھ آپ میں طلبہ کے لیے شفقت بہت تھی اور آپ کے حلقے سے بڑے بڑے ائمہ نکلے۔ آپ کا انتقال 702ھ میں قاہرہ میں ہوا اور آپ کو وہیں قرافہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات پر مصر و شام کے اہلِ علم نے گہرے رنج کا

اظہار کیا، کیونکہ آپ کے ساتھ حدیث و فقہ و اصول کا جامع عالم رخصت ہو گیا تھا۔ آج بھی جب تک احکام الاحکام اور الاقتراح پڑھائی جاتی رہیں گی، ابنِ دقیق العید کا نام علومِ اسلامیہ کی زندہ روایت میں محفوظ رہے گا۔

اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابنِ دقیق العید ساتویں صدی ہجری کے جامع اکمالات عالم تھے: علمی خاندان کی تربیت، والد و ابن عبد السلام جیسے اساتذہ کی صحبت، قاہرہ کی تدریس و قضا کی خدمت، اور احکام الاحکام و الاقتراح جیسی پائیدار تصانیف ان کی زندگی کے روشن ابواب ہیں۔ ان کے احوال سے طالب علم کو یہ سبق ملتا ہے کہ سچی علمی عظمت کسی ایک فن میں یکسوئی سے نہیں بلکہ حدیث، فقہ اور اصول کو دلیل و تحقیق کے ساتھ جمع کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی اسلوب تاریخِ حدیث کے اس کورس میں پڑھائی جانے والی ہر بڑی شخصیت میں کسی نہ کسی انداز میں نظر آتا ہے۔

سوال نمبر 2 (20 نمبر)

سوال: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال و آثار پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی مرویات کا عدد کتب میں 5374 بیان کیا گیا ہے، جو کسی بھی دوسرے صحابی کی مرویات سے زیادہ ہے، حالانکہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت صرف آخری چند برسوں میں نصیب ہوئی۔ یہی بات آپ کے نوٹ کو خاص طور پر اہم بناتی ہے: اتنی قلیل صحبت میں اتنا بڑا علمی سرمایہ کیسے جمع ہوا، آپ کی زندگی کے حالات کیا تھے، آپ کے اساتذہ و شاگرد کون تھے اور امت تک آپ کے علمی

آثار کس صورت میں پہنچے۔ اس نوٹ میں ان کے نام و نسب اور قبولِ اسلام، اصحابِ صفہ والی زندگی، کثرتِ روایت کے اسباب، وفات اور ان کے آثار و مرویات کا جامع جائزہ پیش کیا جائے گا، ساتھ ہی کثرتِ روایت پر ہونے والی علمی بحث کا بھی دیانت دارانہ ذکر کیا جائے گا۔

نام، نسب، قبولِ اسلام اور اصحابِ صفہ کی زندگی

آپ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد شمس تھا اور اسلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد الرحمن رکھا؛ آپ کے والد کا نام صخر بیان کیا گیا ہے اور آپ کا تعلق یمن کے قبیلہ دوس سے تھا، اسی لیے آپ کو دوسی کہا جاتا ہے۔ کنیت ابو ہریرہ اس وجہ سے مشہور ہوئی کہ آپ ایک بلی کے بچے سے محبت رکھتے تھے اور اسے ساتھ رکھتے تھے، یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام کم ہی لوگوں کو یاد رہا۔ آپ 7ھ میں غزوۂ خیبر کے زمانے میں مدینہ آ کر مسلمان ہوئے اور اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ اس کے بعد آپ نے آخری لمحات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کیے رکھی۔ مدینہ میں آپ کا کوئی کاروبار کھیت نہیں تھا؛ آپ اصحابِ صفہ میں شامل ہو کر مسجدِ نبوی کے چبوترے پر رہتے، دن رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتے اور جو کچھ سنتے اسے یاد کرتے تھے۔ خود آپ کا بیان کتابوں میں محفوظ ہے کہ مہاجرین بازار کی تجارت میں مشغول رہتے اور انصار اپنے کھیتوں میں مصروف ہوتے تھے، جبکہ وہ پیٹ بھرنے کی فکر سے بے نیاز ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے، حاضر کی مجلس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ غائب ہوتا وہ یاد کر لیتے تھے۔ فاقے اور تنگی کے دن بھی آپ نے گزارے، مگر علم کی طلب میں کبھی کمی نہ آئی؛ یہی قربانی آپ کی آئندہ علمی عظمت کی بنیاد بنی۔

کثرتِ روایت کے اسباب اور حفظ کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرتِ روایت کے اسباب اہلِ علم نے بڑی وضاحت سے بیان کیے ہیں۔ پہلا سبب مسلسل صحبت ہے: وہ ہر مجلس، ہر سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے، اس لیے انہوں نے وہ باتیں بھی سن لیں جو کبھی کبھی حاضر ہونے والے صحابہ نہ سن سکے۔ دوسرا سبب حافظے کی خدمت میں یکسوئی ہے: دنیا کے مشاغل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی پوری توجہ سننے، یاد کرنے اور دہرانے پر مرکوز رہی۔ تیسرا سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعا ہے؛ مشہور

واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی بھولنے کی شکایت عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر پھیلانے کا حکم دیا، پھر اسے سمیٹنے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ وفاتِ نبوی کے بعد آپ نے تقریباً پینتالیس سال سے زائد کا طویل زمانہ پایا اور مدینہ جیسے علمی مرکز میں بیٹھ کر روایت کرتے رہے، اس لیے بڑے بڑے تابعین نے آپ سے استفادہ کیا۔ یہاں اس علمی اعتراض کا ذکر بھی دیانت کا تقاضا ہے کہ بعض راویوں نے اس دور میں بھی آپ کی کثرتِ روایت پر حیرت کا اظہار کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کثرتِ روا[illegible] پر عمومی احتیاط کی ہدایت فرمائی تھی تاکہ لوگ قرآن سے غافل نہ ہوں؛ اہلِ علم نے اس پوری بحث کو کتبِ رجال و طبقات میں محفوظ رکھا ہے اور اس کا حاصل یہ بیان کیا ہے کہ صحابہ کے [illegible] یہ اختلاف رویے اور احتیاط کا تھا، آپ کی عدالت و ثقاہت پوری امت کے نزدیک مسلم رہی، اسی لیے صحیحین سمیت تمام کتبِ حدیث آپ کی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔

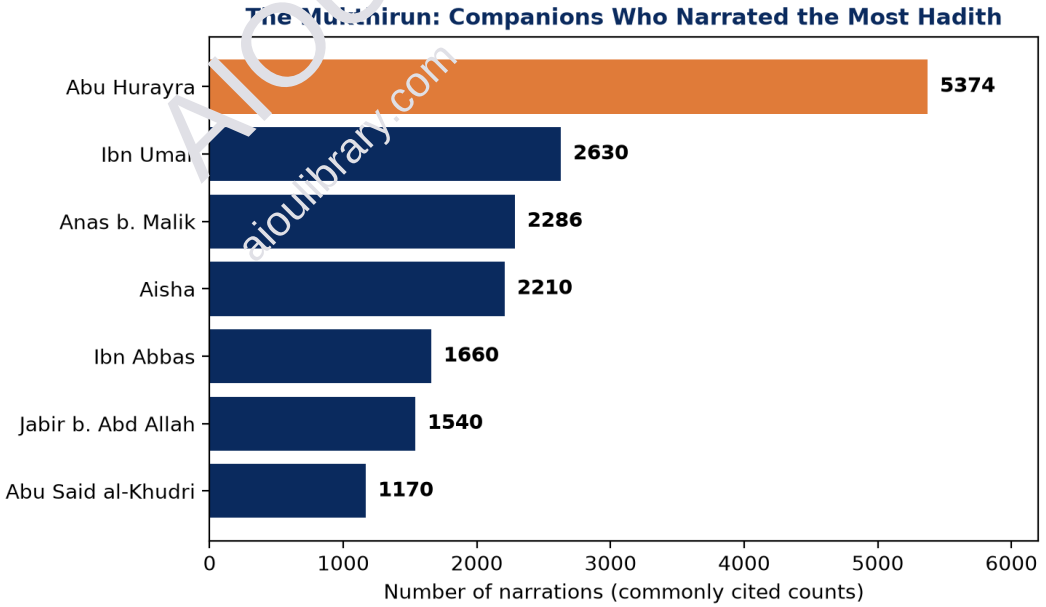

خاکہ 1: کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ (مکثرین) کی مرویات کے مشہور اعداد

مناصب، شاگرد اور وفات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو علمی زندگی کے ساتھ عملی ذمہ داریاں بھی ملیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ بحرین کے عامل رہے، اور بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ مدینہ کے گورنر کے نائب و عامل بھی رہے اور مدینہ میں اقامت و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا حلقہ مدینہ کے بڑے حلقوں میں سے تھا اور آپ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو کے لگ بھگ بیان کی گئی ہے جن میں صحابہ و تابعین دونوں شامل ہیں۔ مشہور شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ بھی ہیں جنہوں نے آپ سے روایت کی، جبکہ تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابو سلمہ بن عبدالرحمن، اعرج، ابو صالح اور حضرت ہمام بن منبہ رحمہم اللہ نمایاں ہیں۔ ہمام بن منبہ کا لکھا ہوا صحیفہ جو آپ سے مروی ہے تدوینِ حدیث کی بحث میں ابتدائی تحریری ذخیرے کی سب سے مشہور مثال ہے اور اس کی مرویات بعد کی بڑی کتابوں میں اسی طرح محفوظ ملیں جس سے آپ کی روایت کی درستگی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا؛ سنِ وفات میں 57ھ، 58ھ اور 59ھ کے اقوال مشہور ہیں جن میں 59ھ کو زیادہ شہرت حاصل ہے، اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر لگ بھگ اٹھتر سال بیان کی گئی ہے۔

جدول 1: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
نام و کنیت	عبدالرحمن بن صخر دوسی رضی اللہ عنہ؛ کنیت ابوہریرہ
قبولِ اسلام	7ھ، غزوۂ خیبر کے زمانے میں مدینہ آ کر قبولِ اسلام
علمی زندگی	اصحابِ صفہ میں قیام؛ مسلسل صحبت و حفظ؛ مدینہ میں تدریس و روایت
مرویات	5374 — صحابہ میں سب سے زیادہ؛ مکثرین میں پہلا درجہ
مشہور شاگرد	سعید بن مسیب، عروہ، ابو سلمہ، اعرج، ہمام بن منبہ رحمہم اللہ

مدینہ منورہ؛ مشہور اقوال 57ھ تا 59ھ؛ مدفن جنت البقیع	وفات

آثار و مرویات کی نوعیت اور علمی مقام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے آثار سے مراد ایک طرف ان کی مرویات کا وہ عظیم ذخیرہ ہے جو صحاح و سنن و مسانید میں پھیلا ہوا ہے، اور دوسری طرف ان کے اقوال، فتاویٰ اور عملی نمونہ ہے جو تابعین نے ان سے نقل کیا۔ ان کی مرویات عبادات، معاملات، اخلاق، فضائل، سیرت اور احکام، ہر باب میں ملتی ہیں؛ خاص طور پر وہ احادیث جن میں روزمرہ عبادات اور اخلاقی تربیت کا بیان ہے بڑی کثرت سے ان ہی سے مروی ہیں۔ امت کے ائمہ نے ان کی ثقاہت و عدالت پر اتفاق رکھا ہے اور ان کی روایات کو حجت مانا ہے۔ یہ بھی آپ کے آثار کا حصہ ہے کہ آپ کے کئی شاگرد مدینہ کی فقہ و حدیث کے امام بنے، یوں آپ کا علم ایک نسل سے دوسری نسل تک منتظم صورت میں منتقل ہوا۔ تاریخِ حدیث کے نقطۂ نظر سے آپ کی شخصیت اس لیے بھی مرکزی ہے کہ آپ نے آخری عہدِ نبوی کو سب سے زیادہ قریب سے دیکھا اور سب سے زیادہ محفوظ کر کے امت تک پہنچایا؛ اگر آپ اور آپ جیسے اصحابِ صفہ نہ ہوتے تو عہدِ نبوی کے آخری برسوں کا بڑا علمی سرمایہ امت تک اس کثرت سے نہ پہنچ سکتا۔ اس لیے کتبِ طبقات میں آپ کا ترجمہ محض ایک صحابی کا ترجمہ نہیں بلکہ حفظِ حدیث کی تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔

اختتام

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یمن کے قبیلہ دوس سے آ کر 7ھ میں مسلمان ہوئے، اصحابِ صفہ کی فقیرانہ مگر علم سے بھری زندگی گزاری، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و صحبت سے 5374 احادیث کا ذخیرہ امت کو دیا، مدینہ میں تابعین کی بڑی جماعت کو پڑھایا اور 59ھ کے قریب مدینہ ہی میں انتقال کیا۔ کثرتِ روایت کے اسباب، ان کا حفظ، ان کے شاگرد اور صحیفۂ ہمام جیسے آثار ان کی زندگی کو تاریخِ حدیث کا روشن استعارہ بنا دیتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ آج کی ہر کتابِ حدیث کے مطالعے میں ان کا نام سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سامنے آتا ہے۔

سوال نمبر3 (20نمبر)

سوال: علی ابنِ مدینیؒ کی علمی خدمات پر جامع نوٹ لکھیں۔(20)

تعارف

علل حدیث کا فن علوم حدیث کا مشکل ترین اور اہم ترین فن سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں سند بظاہر صحیح نظر آنے کے باوجود اس میں چھپی ہوئی خرابی تلاش کرنی پڑتی ہے۔اس فن کے بانیان وائمہ میں جس نام کو سب سے اونچا مقام حاصل ہے وہ امام علی بن مدینی(وفی ۲۳۴ھ) ہیں۔امام بخاری جیسے امام کا یہ قول کتب میں محفوظ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے اتنا چھوٹا محسوس نہیں کیا جتنا علی بن مدینی کے سامنے،اور احمد بن حنبل ان کا نام ادب سے ان کے والد کی نسبت کے ساتھ لیا کرتے تھے۔اس نوٹ میں ان کے حالاتِ زندگی،اساتذہ وشاگرد،علل ورجال میں ان کی امامت،ان کی تصانیف و آثار، محدثین کے ہاں ان کا مقام اور ان کی زندگی کے ایک اہم آزمائشی واقعے کا متوازن علمی ذکر پیش کیا جائے گا۔

حالاتِ زندگی،خاندان اور حصولِ علم

آپ کا نام علی بن عبداللہ بن جعفر سعدی ہے اور آپ مدینہ کی نسبت سے مدینی کہلائے،اگرچہ آپ کی پیدائش اور زندگی کا بڑا حصہ بصرہ وبغداد میں گزرا۔آپ 161ھ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد عبداللہ بن جعفر بھی محدث تھے مگر اہلِ نقد نے ان کی روایت میں کمزوری کی نشان دہی کی ہے؛یہ پس منظر خود ایک دلچسپ علمی حقیقت ہے کہ بیٹے نے جرح وتعدیل کے میدان میں اتنی بے باکی حاصل کی کہ اپنے والد کے بارے میں بھی اہلِ فن کے فیصلے کو علمی دیانت کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔علی بن مدینی نے کم عمری سے حدیث کی طلب شروع کی اور بصرہ،بغداد،کوفہ،حجاز اور یمن تک کے اسفار کر کے اس دور کے بڑے بڑے شیوخ سے سماع کیا۔ان کے اساتذہ میں امام سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان،عبدالرحمن بن مہدی،وکیع بن جراح اور عبدالرزاق صنعانی جیسے ائمہ شامل ہیں۔قطان وابن مہدی کی صحبت نے ان میں نقدِ رجال اور علل کی باریک بینی پیدا کی اور وہ نوجوانی ہی میں اس فن کے ماہر سمجھے جانے لگے۔طلبِ حدیث میں ان کی محنت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سمیت ہزاروں راویان سے لکھا اور ہر

روایت کے طرق جمع کرنے میں عمر صرف کی؛ محدثین لکھتے ہیں کہ وہ ایک ایک حدیث کے تمام طرق جمع کر کے ان کا باہمی موازنہ کرتے تھے، یہی طریقہ آگے چل کر ان کی علل شناسی کی بنیاد بنا۔

عللِ حدیث اور رجال میں امامت

علی بن مدینی کی سب سے بڑی خدمت عللِ حدیث کے فن کو منظم کرنا ہے۔ علت سے مراد وہ خفی خرابی ہے جو بظاہر صحیح سند میں پائی جائے، جیسے ثقہ راوی کا اس سند میں وہم، دو سندوں کا خلط، متن میں ادراج یا کسی راوی کا اصل شیخ چھوٹ جانا۔ یہ خرابی صرف اسی وقت پکڑی جا سکتی ہے جب حدیث کے سارے طرق جمع کر کے ان کا موازنہ کیا جائے اور راویوں کی تاریخ و طبقات معلوم ہوں۔ علی بن مدینی نے یہی کام عمر بھر کیا؛ اہلِ فن کا کہنا ہے کہ اس میں ان کی نظر اتنی تیز تھی کہ بڑے بڑے حفاظ ان کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ امام بخاری کی صحیح بخاری میں جابجا ان کی تحقیق کا اثر نظر آتا ہے، بلکہ بخاری کے اسلوبِ نقد کی تربیت ہی ان کی شاگردی میں ہوئی۔ رجال کی معرفت میں بھی آپ امام تھے؛ راویوں کے انساب، ان کی وفات کی تاریخیں، ان کے اسفار اور ان کے ہم ناموں کی تمیز میں آپ کی معلومات اتنی وسیع تھیں کہ کتبِ تاریخ و رجال میں آپ کے اقوال بنیاد کی حیثیت سے نقل ہوئے ہیں۔ یحییٰ بن معین آپ کے ہم عصر اور جرح و تعدیل کے امام تھے اور اہلِ علم ان دونوں کو اس فن کے دو ستون کہتے ہیں؛ بن معین فیصلوں کی کثرت میں نمایاں تھے تو بن مدینی علل کی گہرائی میں بے مثال تھے۔

تصانیف و شاگرد اور ایک آزمائش کا ذکر

علی بن مدینی کی تصانیف کی تعداد اہلِ سیر نے بہت زیادہ بیان کی ہے؛ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے رجال، علل، تواریخ اور اختلافِ حدیث کے موضوعات پر دو سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ ان میں کتاب العلل سب سے مشہور ہے جس کے کچھ اجزا باقی رہے اور چھپ کر اہلِ علم کے ہاتھوں میں پہنچے ہیں، کتاب التاریخ، کتاب الضعفاء اور معرفۃ الصحابہ وغیرہ کے نام کتبِ تراجم میں ملتے ہیں۔ بدقسمتی سے ان کی اکثر کتابیں زمانے کی دست برد سے محفوظ نہیں رہیں، اس لیے آج ان کا بیشتر علم ان کے شاگردوں کے اقوال اور بعد کی کتابوں کے حوالوں کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ ان کے شاگردوں میں امام بخاری، امام ابو داؤد، امام ابو حاتم رازی اور دیگر بڑے ائمہ شامل ہیں؛ امام احمد بن حنبل بھی ان

سے روایت واستفادہ کرنے والوں میں تھے اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا ایک اہم اور حساس باب محنۃ خلقِ قرآن کی آزمائش ہے، جب سرکاری دباؤ کے دور میں بہت سے اہلِ علم کی طرح ان پر بھی سختی آئی اور ان سے بعض ایسے اقوال منسوب ہوئے جن پر بعد کے ائمہ نے کلام کیا۔ اس باب کو علمی دیانت کے ساتھ اسی طرح بیان کرنا چاہیے جس طرح مؤرخین نے بیان کیا ہے: یہ ایک دور کی آزمائش تھی جس میں بڑے نام بھی انسانی کمزوری کا شکار ہوئے، ائمہ کے مابین اس پر مختلف توجیہات موجود ہیں، اور کسی شخصیت پر قطعی دینی حکم لگانا طالب علم کے بجائے اہلِ علم کا کام ہے۔ اس واقعے کے باوجود جمہور محدثین نے ان کے علم و امامت کو تسلیم رکھا اور ان کی علمی خدمات کو اس آزمائش سے الگ رکھ کر قدر کی نگاہ سے دیکھا، جو خود اہلِ علم کے انصاف کی مثال ہے۔

جدول 1: علی ابنِ مدینیؒ کی علمی خدمات کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
ولادت و وفات	ولادت 161ھ؛ وفات 234ھ — بغداد و سرّ من رأی (سامراء) کے دور میں انتقال مشہور ہے
فن میں اختصاص	عللِ حدیث کے امام؛ رجال، تواریخ اور نقدِ اسانید میں امامت
مشہور اساتذہ	سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان، ابن مہدی، وکیع، عبد الرزاق رحمہم اللہ
مشہور شاگرد	امام بخاری، امام ابو داؤد، ابو حاتم رازی رحمہم اللہ
تصانیف	کتاب العلل، کتاب التاریخ، کتاب الضعفاء وغیرہ؛ مجموعی تعداد کتب میں بہت زیادہ بیان ہوئی، اکثر ضائع ہو گئیں

محدثین کے ہاں مقام اور اختتام

محدثین نے علی بن مدینی کو جو القاب دیے وہ ان کے مقام کو ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کے مرتبے کے قریب سمجھا گیا، علل میں انہیں اپنے فن کا سب سے بڑا عالم کہا گیا، اور حافظ ذہبی و ابنِ حجر نے سیر و تہذیب میں ان کے مناقب مفصل لکھے ہیں۔ ان کی علمی خدمات کا حاصل تین نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے: اول، علل کے فن کو شخصی مہارت سے باقاعدہ طریقۂ کار بنا دیا جس پر بعد میں ترمذی کی العلل، ابنِ ابی حاتم کی علل اور دار قطنی کی علل کھڑی ہوئیں۔ دوم، رجال و تواریخ کی وہ معلومات محفوظ کر دیں جن کے بغیر بخاری کی تاریخ اور صحیح کا نقدی معیار سمجھنا مشکل رہتا۔ سوم، شاگرد در شاگرد کی وہ لائن تیار کی جس نے تیسری صدی میں حدیث کی تدوین کا سنہری دور پیدا کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام علی بن مدینی محض ایک راوی نہیں بلکہ حدیث کی تنقیدی جانچ کے معمار تھے؛ ان کی علل شناسی، رجال دانی اور تصانیف و تلامذہ کی خدمات نے علمِ حدیث کو وہ گہرائی دی جو آج تک اس فن کی پہچان ہے، اور اسی لیے تاریخِ حدیث میں ان کا نام امام بخاری کے استاد اور علل کے امام کے طور پر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

سوال نمبر 4 (20 نمبر)

سوال: جامع ترمذی کے مؤلف امام ترمذیؒ کی علمی خدمات پر نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

کتبِ ستہ کے مؤلفین میں امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی 279ھ) وہ منفرد امام ہیں جن کی کتاب نے حدیث کے ساتھ فقہ، علل اور رجال کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا۔ ان کی جامع کو پڑھنے والا صرف حدیث نہیں پڑھتا، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس حدیث پر صحابہ و تابعین اور ائمہِ فقہ کا عمل کیا رہا، اس حدیث کا درجہ کیا ہے اور اس باب میں اور کون کون سے صحابہ سے روایات آئی ہیں۔ یہی جامعیت ترمذی کی علمی خدمات کا اصل خلاصہ ہے۔ انہوں نے امام بخاری کی صحبت و شاگردی میں وہ نقدی ذوق پایا جو ان کی کتاب کے ہر باب میں نظر آتا ہے۔ اس نوٹ میں ان کے حالاتِ زندگی، اسفار و اساتذہ، جامع ترمذی کی خصوصیات و منہج، حسنِ حدیث کی اصطلاح میں ان کا کردار، علل و شمائل جیسی دیگر تصانیف، اور ان کے علمی مقام کا جائزہ لیا جائے گا۔

حالاتِ زندگی، اسفار اور اساتذہ

امام ترمذی کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ سلمی ترمذی ہے اور کنیت ابو عیسیٰ ہے۔ آپ 209ھ میں خراسان کے مشہور شہر ترمذ میں پیدا ہوئے، جو آمو دریا کے کنارے علم و تجارت کا بڑا مرکز تھا اور جہاں سے کئی بڑے علماء اٹھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی، پھر طلبِ حدیث میں خراسان کے شہروں، عراق، حجاز اور شام و مصر کے معروف مراکز کا سفر کیا۔ ان اسفار میں آپ کو اس دور کے تین بڑے ائمہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا: امام بخاری رحمہ اللہ سے آپ نے سب سے زیادہ استفادہ کیا اور طویل مدت ان کی صحبت میں رہے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری خود بھی کبھی کبھی الزامی حدیث سن لیتے والحاظِ محبت فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آپ سے اتنا فائدہ اٹھایا جتنا آپ نے مجھ سے اٹھایا؛ یہ قول مؤرخین نے دونوں کے علمی ربط کی خوبصورت تصویر کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام مسلم اور امام ابو داؤد بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ اور دیگر بڑے شیوخ سے بھی آپ نے روایت کی۔ زندگی کے آخری حصے میں آپ کی بینائی جاتی رہی اور آپ نابینا ہو گئے، مگر حافظے کی قوت و تصنیف و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ آپ کا انتقال 279ھ میں ترمذ ہی میں ہوا۔ آپ کی پوری زندگی ایک شہر سے دوسرے شہر، عالمِ اسلام کے علمی مراکز کا چکر لگانے اور پھر اسی سرمایے کو کتابوں کی صورت میں امت کے حوالے کرنے کی کہانی ہے۔

جامع ترمذی: منہج اور خصوصیات

امام ترمذی کی کتاب کا اصل نام الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل مشہور ہے، اور وہی کتاب مختصراً جامع ترمذی یا سنن ترمذی کہلاتی ہے۔ اس کتاب کی چند خصوصیات اسے کتبِ ستہ میں ممتاز کرتی ہیں۔ پہلی خصوصیت حدیث و فقہ کا اجتماع ہے: ہر باب میں حدیث لانے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ اس باب میں فلاں فلاں صحابی سے بھی روایت ہے، پھر بتاتے ہیں کہ اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل کیا ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق و دیگر ائمہ کا مذہب کیا ہے؛ یوں یہ کتاب احادیث کے ساتھ ساتھ فقہِ مقارن کا بھی بڑا ماخذ بن گئی ہے۔ دوسری خصوصیت ہر حدیث کے درجے کی تصریح ہے: آپ حدیث کے آخر میں حسن، صحیح، غریب یا حسن صحیح وغیرہ الفاظ سے اس کا درجہ بیان کر دیتے ہیں جس سے قاری کو روایت کا مقام فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ تیسری خصوصیت علل و رجال پر کلام ہے: جہاں کسی سند

میں کلام ہو وہ بھی اشارہ کر دیتے ہیں اور کتاب کے آخر میں مستقل کتاب العلل الگ شامل ہے۔ چوتھی خصوصیت ترتیب و اختصار ہے: کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے، تکرار کم ہے اور ہر باب میں مرکزی حدیث پیش کی گئی ہے۔ اہلِ علم نے اس کتاب کو مجتہد بننے کے خواہش مند کے لیے خاص طور پر مفید قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں حدیث کے ساتھ اس پر امت کے فقہاء کا عمل بھی محفوظ ہے۔ ایک مشہور مقولہ اہلِ علم میں نقل ہوتا ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو وہاں گویا ایک بات کرنے والا محدث موجود ہے؛ یہ جملہ کتاب کی جامعیت کی تعریف ہے، اسے لفظی عقیدے کے طور پر نہیں لینا چاہیے، بلکہ اس سے اس کتاب کی تدریسی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

حسنِ حدیث کی اصطلاح اور دیگر تصانیف

اصولِ حدیث میں امام ترمذی کی ایک مستقل خدمت حدیثِ حسن کی اصطلاح کو عام و منظم کرنا ہے۔ حسن اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کے راوی صحیح کے راویوں سے ضبط میں کچھ کم درجے کے ہوں مگر حدیث شذوذ و علت سے خالی ہو اور وہ قابلِ قبول درجے میں آتی ہو۔ اگرچہ حسن کا تصور ان سے پہلے بھی موجود تھا، مگر اسے اصطلاح کے طور پر سب سے زیادہ استعمال و شہرت ترمذی ہی نے دی اور انہوں نے بسا اوقات حسن صحیح کی مرکب اصطلاح بھی استعمال کی جس کی توجیہات اصول کی کتابوں میں مفصل بیان ہوئی ہیں۔ طلبہ کے لیے یہ نکتہ اہم ہے کہ جامع میں آنے والے ہر حکم حسن یا صحیح پر متاخر ائمہ نے اپنی تحقیق بھی پیش کی ہے، اس لیے ترمذی کے حکم کو ان کی اجتہادی رائے کے طور پر سمجھنا چاہیے اور اس موضوع کا حتمی فیصلہ اہلِ فن کی مجموعی آرا سے ہوتا ہے۔ جامع کے علاوہ آپ کی مشہور تصانیف میں الشمائل المحمدیہ ہے جو سیرت و صورت و اخلاقِ نبوی پر لکھی جانے والی مقبول ترین کتابوں میں ہے اور صدیوں سے دروس و گھروں میں پڑھی جاتی ہے۔ کتاب العلل دو حصوں میں ہے؛ علل صغیر جامع کے آخر میں شامل ہے اور علل کبیر الگ کتاب ہے جس میں آپ نے امام بخاری سمیت اپنے اساتذہ کے نقدی اقوال جمع کیے ہیں، جو علل کے فن کا قیمتی ماخذ ہے۔ اسماء الصحابہ والتاریخ وغیرہ کے نام بھی آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں۔ ان ساری تصانیف کا مجموعی جائزہ بتاتا ہے کہ ترمذی کا کام کسی ایک فن تک محدود نہیں تھا: انہوں نے سنن بھی لکھی، شمائل بھی، علل بھی اور اصطلاحات کی تنظیم بھی کی۔

جدول 1: جامع ترمذی کی نمایاں خصوصیات

وضاحت	خصوصیت
ہر باب میں ائمہِ فقہ کے مذاہب اور اہلِ علم کے عمل کا ذکر	حدیث و فقہ کا اجتماع
ہر حدیث کے ساتھ صحیح، حسن، غریب وغیرہ کی وضاحت	درجے کی تصریح
باب سے متعلق دیگر صحابہ کی روایات کی طرف اشارہ	وفی الباب کا اشارہ
کتاب کے آخر میں مستقل علل؛ اسناد پر تنقیدی نوٹ	علل و رجال پر کلام
حسن اور حسن صحیح کے استعمال کو علمی اصطلاح بنانا	اصطلاحِ حسن کی ترویج

علمی مقام اور اختتام

امام ترمذی کا علمی مقام ان کے معاصرین و متاخرین دونوں کے نزدیک بلند ہے۔ انہیں حافظ، ثقہ اور علل و رجال کے ماہرین میں شمار کیا گیا ہے؛ حاکم نیشاپوری نے انہیں اہلِ خراسان کے ائمہ میں اس درجے پر رکھا کہ ان کی مثال دی جا سکے۔ ان کی جامع صحاحِ ستہ میں سے سنن کی وہ کتاب ہے جو براہِ راست فقہی استفادے کے قریب ترین ہے، اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء و محدثین دونوں طبقے اسے برابر اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی زندگی نابینا ہو جانے کے باوجود علم میں لگے رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ سچی علمی خدمت جسمانی آسانیوں کی محتاج نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کی علمی خدمات کا مرکز جامع ترمذی ہے، جس میں انہوں نے حدیث، فقہ، علل، رجال اور اصطلاحات کو ایک منظم کتاب میں جمع کر دیا؛ شمائل نے سیرت کی محبت عام کی اور علل نے نقدِ حدیث کا سرمایہ محفوظ کیا۔ 279ھ میں ترمذ میں وفات پانے والا یہ امام اپنی کتابوں کی صورت میں آج ہر مدرسے اور ہر حدیث کے طالب علم کے پاس موجود ہے، اور یہی کسی مصنف کی سب سے بڑی کامیابی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 5 (20 نمبر)

سوال: امام ابو داؤد کی حالاتِ زندگی اور علمِ حدیث کے میدان میں مقام و مرتبہ پر تفصیلی مضمون تحریر کریں۔ (20)

تعارف

صحاحِ ستہ کے مؤلفین میں امام ابو داؤد سجستانی (متوفی 275ھ) وہ امام ہیں جنہوں نے احکام کی احادیث کو خاص طور پر منتخب کر کے فقہاء و محدثین کے لیے سنن کی ایسی کتاب تیار کی جو صدیوں سے درس و استدلال کا مرکز ہے۔ امام احمد بن حنبل کے شاگرد، امام بخاری و مسلم کے معاصر اور امام ترمذی کے استاد ہونے کی وجہ سے ان کی شخصیت تیسری صدی کے پورے علمی نقشے کو جوڑتی ہے۔ ان کی کتاب کی اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے خود اہلِ مکہ کے نام اَیک خط میں اپنی کتاب کا منہج واضح کر دیا تھا، اس لیے ہمیں قیاس کے بجائے ان کے اپنے بیان سے ان کا مقصد معلوم ہو جاتا ہے۔ اس مضمون میں ان کے حالاتِ زندگی، اسفار و اساتذہ و شاگرد، سنن ابی داؤد کا منہج و خصوصیات، دیگر تصانیف اور محدثین کے ہاں ان کے مقام و مرتبے کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

حالاتِ زندگی، اسفار اور اساتذہ و شاگرد

آپ کا نام سلیمان بن اشعث بن اسحاق ازدی سجستانی ہے اور کنیت ابو داؤد ہے۔ آپ 202ھ میں سجستان میں پیدا ہوئے جو موجودہ ایران و افغانستان کے سرحدی علاقے کا تاریخی خطہ تھا۔ آپ نے کم عمری میں حدیث کی طلب میں اسفار شروع کر دیے اور نیشاپور، بغداد، بصرہ، کوفہ، دمشق، مصر اور حجاز سمیت عالمِ اسلام کے بڑے علمی مراکز کا سفر کیا۔ بغداد کئی مرتبہ آئے اور وہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے خاص تعلق و شاگردی حاصل کی؛ امام احمد کے مسائل و آرا کو جمع کرنا بھی آپ کی خدمات میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی کے دور کے بڑے ائمہ اور ہناد بن سری جیسے شیوخ شامل ہیں؛ آپ نے امام بخاری و امام مسلم سے بھی روایت و استفادہ کیا۔ تدریس کے لیے آپ نے آخر میں بصرہ کو مستقل مسکن بنایا، جہاں آپ کا حلقہ اتنا بڑا ہوا کہ اہلِ سیر نے بصرہ کے حاکم کے آپ کے لیے خاص علمی مجلس قائم کرنے کا ذکر بھی کیا ہے۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کے صاحبزادے ابو بکر بن ابی داؤد نمایاں ہیں جو خود بڑے محدث ہوئے، اس کے علاوہ امام ترمذی،

امام نسائی، ابو عوانہ اور دیگر بڑے ائمہ نے آپ سے روایت کی۔ آپ کا انتقال 275ھ میں بصرہ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر تقریباً تہتر سال ہوئی جس کا زیادہ تر حصہ سفر، سماع، تصنیف اور تدریس میں گزرا۔

سنن ابی داؤد کا منہج و خصوصیات

امام ابو داؤد کی شہرت کی بنیاد کتاب السنن ہے۔ اپنے رسالہ الی اہل مکہ میں انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے پانچ لاکھ احادیث لکھی تھیں جن میں سے منتخب کر کے تقریباً چار ہزار آٹھ سو احادیث اس کتاب میں جمع کی ہیں۔ اس انتخاب کا مرکز احکام کی احادیث ہیں؛ کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے اور فضائل و قصص کی طویل روایات اس میں کم ہیں، اسی لیے یہ کتاب فقہی استدلال کے لیے ائمہ کے درمیان خاص طور پر استعمال ہوئی۔ آپ کے منہج کی پہ نشانیاں ہر طالب علم کو معلوم ہونی چاہئیں۔ اول، آپ نے اپنی کتاب میں سخت ضعیف مسلسل تسلسل والی روایات لانے سے اجتناب کیا اور جہاں کسی روایت میں کمزوری ہو وہاں عموماً اس کی نشان دہی کر دی۔ دوم، آپ کا مشہور اصول یہ ہے کہ جس حدیث پر آپ نے سکوت اختیار کیا ہو یعنی کوئی کلام نہ کیا ہو وہ آپ کے نزدیک صالح یعنی قابلِ استدلال درجے کی ہے؛ البتہ متاخر محققین نے اس اصول کی تطبیق میں تفصیلی بحث کی ہے اور کتاب کی ہر حدیث پر بعد کے ائمہ نے اپنا نقد بھی شامل کیا ہے، لہٰذا طالب علم کو سکوت کا مطلب یہی سمجھنا چاہیے کہ یہ امام ابو داؤد کا اجتہادی اشارہ ہے اور آخری تحقیق مجموعی علمی جائزے سے ہوتی ہے۔ سوم، آپ نے کتاب میں مختصر و جامع انداز رکھا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ انسان کے دین کے لیے اس کتاب کی چند بنیادی احادیث خاص اہمیت رکھتی ہیں جن میں اعمال کا مدار نیت پر ہونے، حلال و حرام کے واضح ہونے، مسلمان کے حسنِ اسلام اور اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرنے جیسی مشہور روایات شامل کی جاتی ہیں؛ اہلِ علم نے ان روایات کو دین کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ چہارم، آپ کا مرتبہ فقہ و حدیث دونوں میں ہونے کی وجہ سے آپ کے باب باندھنے کے انداز میں فقہی ذوق نمایاں ہے۔

دیگر تصانیف و علمی خدمات

سنن کے علاوہ امام ابو داؤد کی کئی اور تصانیف و خدمات بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ کتاب المراسیل میں انہوں نے مرسل روایات کو الگ جمع کیا جو اصول و فقہ میں مرسل کی بحث کا بنیادی ماخذ ہے۔ رسالہ ابی داؤد الی اہل مکہ فی وصف سننہ اگرچہ مختصر ہے مگر سنن کے منہج کو سمجھنے کے لیے مصنف کی اپنی شہادت ہونے کی وجہ سے اسے خاص اہمیت حاصل ہے اور اب یہ رسالہ سنن کے ساتھ ہی چھپتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کے مسائل کو جمع کرنے کی خدمت بھی آپ سے منسوب ہے؛ آپ کے سوالات و مسائل نے حنبلی فقہ و رجال کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ کتاب الناسخ والمنسوخ، اسئلۃ لاحمد اور دیگر اجزاء کتابوں کے نام بھی تراجم میں ملتے ہیں، جن میں سے بعض محفوظ ہیں اور بعض صرف حوالوں کی صورت میں باقی رہے ہیں۔ آپ کی ایک بڑی خدمت تدریس بھی ہے: بصرہ میں آپ کے حلقے سے عراق و خراسان کے طلبہ نے فائدہ اٹھایا اور آپ کے صاحبزادے و شاگردوں نے سنن کی روایت کو مختلف طرق سے آگے منتقل کیا، یہی وجہ ہے کہ سنن ابی داؤد کی روایتیں آج کئی مشہور سلسلوں سے ہم تک پہنچی ہیں اور اس پر خطابی کی معالم السنن سے لے کر آج تک شروح و تعلیقات کا طویل سلسلہ جاری ہے، جن میں معالم السنن، عون المعبود اور بذل المجہود نمایاں طور پر مشہور ہیں۔

جدول 1: امام ابو داؤدؒ کے احوال و مقام کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
نام و ولادت	سلیمان بن اشعث ازدی سجستانی؛ ولادت 202ھ، سجستان
اساتذہ	امام احمد بن حنبل سے خاص تلمذ؛ قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ و دیگر ائمہ
مشہور شاگرد	ابو بکر بن ابی داؤد (صاحبزادہ)، امام ترمذی، امام نسائی رحمہم اللہ
سنن ابی داؤد	تقریباً 4800 منتخب احادیث؛ محور احکام؛ سکوت والی روایت صالح کے اصول سے مشہور

کتاب المراسیل، رسالہ الی اہل مکہ، مسائل امام احمد؛ کتاب الناسخ والمنسوخ	دیگر کتب
275ھ، بصرہ	وفات

محدثین کے ہاں مقام و مرتبہ اور اختتام

امام ابو داؤد کے مقام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ائمہ نے انہیں حافظ، ثقہ اور اپنے دور کے ائمہِ حدیث میں شمار کیا اور ان کی سنن کو صحاحِ ستہ میں شامل کر کے امت نے اس کی حجیت و اہمیت پر گویا اتفاق ظاہر کیا۔ فقہاء کے ہاں ان کی کتاب کا مرتبہ اس لیے بلند رہا کہ وہ خود بھی فقیہ تھے اور ان کے انتخاب میں احکام کی روایات کی درستگی و عملی افادیت پیشِ نظر رہتی تھی۔ ان کی شخصیت میں ناقد کی تیزی کے ساتھ استاد کی شفقت اور مصنف کی امانت جمع تھی؛ اپنے خط میں کتاب کا منہج خود واضح کر دینا اس امانت کی روشن مثال ہے کہ قاری اندھیرے میں نہ رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو داؤد 202ھ میں سجستان میں پیدا ہوئے، عالمِ اسلام کے بڑے مراکز سے علم جمع کیا، امام احمد کے خاص شاگرد ہوئے، بصرہ میں بیٹھ کر نسل کی تربیت کی، تقریباً چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل سنن جیسی پائیدار کتاب چھوڑی اور 275ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔ علمِ حدیث کے میدان میں ان کا مقام و مرتبہ ایک مایہ ناز محدث و فقیہ، سنن کے کامیاب ترین مؤلف اور اس فن کے ان ائمہ میں ہے جن کی کتاب کے بغیر احکام کی احادیث کا مطالعہ مکمل نہیں ہوتا۔